نسلی امتیازات اور فقر و غربت کے خاتمہ میں مواخاتِ مدینہ کا کردار اور اس کی عصری معنویت

Role of Madinah's Brotherhood in eliminating poverty and racial discriminations: A study based on its importance in current scenario

مبشرہ*

پروفیسر ڈاکٹر عبد الغفور بلوچ**

بخت شید***

Abstract:

The life of Prophet Muhammad (peace be upon him) is the best example for humanity. The success of humanity is in obedience of Hazrat Muhammad (peace be upon him). He gave guidance for individual and collective life. He took ideal steps for the improvement of society and for the elimination of poverty and prejudices. In such steps, the most remarkable one is the Madinah's brotherhood. Hazrat Muhammad (peace be upon him) created brotherhood among migrants and resident of Madinah by calling the name of one migrant (Muhajir) and one resident (Ansar) and declared them to be brothers of each other like the real brothers. As a result of this agreement, poverty and prejudices were eradicated from the society. The refugees got permanent residence and their food and drink were arranged. The paper presents this brotherhood as perfect model to be followed by the societies to overcome the issues of poverty and racial discriminations.

Keywords: Muakhat, Madina, poverty, prejudice, refugees, brotherhood, discrimination, Islam

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامی، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی suwebasani14667@gmail.com

** سابق ڈین کلیہ معارفِ اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی draglashar@gamil.com

*** لیکچرار، شعبہ بین الاقوامی تعلقات، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد bakhtshaid@gmail.com

تعارف:

رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات میں بنی نوع انسانوں کے لیے الفت و محبت اور اخوت و بھائی چارے کا ایسا درس موجود ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے قابلِ تقلید نمونہ اور نجات و کامیابی کا مثالی لائحہ عمل ہے۔ امتِ مسلمہ جس کا شیرازہ عصرِ حاضر میں دینی تعلیمات سے دوری، باہمی اختلافات و تنازعات اور قرآن و سنت پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں بکھرا ہوا ہے اس کی صلاح و فلاح اور دینی و دنیوی کامیابی و ترقی کا فلسفہ ہی رسول اللہ ﷺ کے فلسفہ اخوت و بھائی چارے میں مضمر ہے۔ آپ ﷺ نے اس آخری امت کی نظریاتی اور عملی اصلاح فرمائی اور میدانِ فکر و عمل میں انہیں متوازن اور مثالی انسان بننے کا سبق دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ دین کا آغاز فرماتے ہی اپنے ماننے والوں کو اُخوت کی لڑی میں پرونا شروع فرمایا، جیسے جیسے مختلف قبائل اور خاندانوں کے لوگ ایمان لاتے گئے وہ سب آپس میں بھائی بھائی بنتے گئے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کی تربیت "المومنون کرجل واحد" کے نہج پر فرماتے، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ تلقین فرماتے کہ سارے اہلِ ایمان یک جان کی مانند ہیں، جن کا دکھ درد اور راحت و تکلیف ایک ہے[1]۔ اس طرح مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے نظریاتی اور فکری مواخات کا درس دیا، اور مسلمانوں کے اندر فکری اور اعتقادی طور پر اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد مضبوط کی۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے ایک ارشاد میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضوٌ تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى.[2] (مسلمانوں کی مثال باہمی الفت، شفقت اور رحم دلی میں ایک جسم کی طرح ہے، چنانچہ جب جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا اور شب بیدار رہتا ہے۔)

اگرچہ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر بڑے سخت معاشی اور معاشرتی حالات آئے اور ہر اعتبار سے انہیں تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر انہوں نے توکل، ایثار اور باہمی اخوت سے اس کا مقابلہ کیا، اس دور میں چونکہ عمومی طور پر مسلمان مالی تنگی اور فقر و فاقے کے شکار تھے تاہم اس کے باوجود عملی طور پر وہ سب یک جان اور باہم بھائی بھائی تھے، اور فکری طور پر ان کی تربیت باہمی اخوت اور ایثار و ہمدردی کی بنیاد پر ہوئی تھی، چنانچہ ہر مشکل میں وہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے اور ایک دوسرے کے غم و تکلیف میں برابر کے شریک رہتے۔

مکہ مکرمہ سے جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی انہوں نے اپنا سارا مال و اسباب مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑا، اور خالی ہاتھ ایمان کی حفاظت اور اشاعت کے لیے اپنے آبائی شہر سے چلے گئے، جبکہ مدینہ منورہ میں پہلے سے مقیم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (انصار) کے پاس کسی حد تک مالی وسائل اور اسباب

موجود تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کے مالی تعاون، ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت اور معاشرے میں الفت و محبت کے فروغ کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان باقاعدہ مواخات کا معاہدہ کرایا، جس کی رو سے مہاجر اور انصاری بھائی بھائی بن گئے اور انصار نے اپنے مال و جائیداد میں مہاجرین کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ یہ عملی مواخات درحقیقت مکہ مکرمہ کے نظریاتی اور فکری مواخات اور نبوی تربیت کی ارتقائی شکل اور اس کا عملی نتیجہ تھا، جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ اس مواخات کے نتیجے میں مسلمانوں کی معاشی ضروریات اور نوواردوں کی کفالت کا مسئلہ حل ہو گیا اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کی ایسی فضا قائم ہو گئی جس سے اسلام دشمن عناصر کے ہوش اڑ گئے۔ زیرِ نظر مقالہ میں مواخاتِ نبوی کا پسِ منظر، اسباب و اثرات اور عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجز کے حل میں اس کے کردار پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مواخات:

مواخات عربی زبان کا لفظ ہے جو باب مفاعلہ سے مصدر ہے، اس کی اساس اخوۃ ہے جس کا معنیٰ ہے بھائی چارہ۔ علامہ ابن درید ازدیؒ تحریر فرماتے ہیں:

والإخاء: مصدر واخَيتُه وآخَيتُه مواخاةً وإخاءً.[3] (فعل کا صیغہ وَاخَی آتا ہے (بھائی چارہ قائم کرنا) اور اس کا مصدر اِخاء اور مواخاۃ آتا ہے۔)

لغتِ عرب کے معروف امام علامہ خلیل بن احمد فراہیدیؒ اس لفظ کی لغوی تحقیق میں لکھتے ہیں:

وبيني وبينه أخوة وإخاء. وتقول: آخيته، ولغة طيء: واخيته. وهذا رجل من آخائي، بوزن أفعالي، وتقول: آخيت على أصل التأسيس، ومن قال: واخيت، بلغة طيء، أخذه من الوخاء. وتأنيث الأخ: أخت، وتاؤها هاء.[4]

(اُخُوَّۃ اور اِخاء دونوں ایک معنیٰ میں آتے ہیں، (یعنی بھائی چارہ کے معنیٰ میں، چنانچہ عرب کہتے ہیں: میرے اور فلاں کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ ہے۔) اس سے فعل عام عربی لغت کے مطابق آخَی آتا ہے، جبکہ طے قبیلے کی لغت کے مطابق اس سے فعل وَاخَی آتا ہے۔ یعنی عام اہلِ عرب کے نزدیک یہ مہموز الفاء اور ناقص واوی ہے، جبکہ طے قبیلے والوں کے نزدیک یہ مثال واوی اور ناقصِ واوی ہے۔ اس کی اصل اخ (بھائی) ہے جس کی مونث اخت ہے، اخت کی تا اصل میں ہا ہے، ہا سے تا بن گئی ہے۔)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مواخات کے مادہ میں بھائی بندی اور بھائی چارے کا معنیٰ موجود ہے، اور یہی اس کی اصل اور اساس ہے۔ چنانچہ مواخات کا مطلب ہی یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد میں باہمی بھائی چارہ

قائم ہو جس کی بنیاد پر وہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کی غمی خوشی اور دکھ درد میں شریک ہوں، جو کہ ایک مثالی معاشرے کی پہلی بنیاد ہے جس کے بغیر مثالی معاشرے کی تشکیل محض خواب ہی رہ جاتا ہے۔

مواخاتِ مدینہ، پسِ منظر اور وقوع پذیری:

دنیا کے ہر مذہب کے پیروکاروں میں یہ بات نظر آتی ہے کہ ابتدائی دور میں خاص طور سے ان کے اندر زبردست ہم آہنگی اور یگانگت پائی جاتی ہے، جو مصائب اور حالات کے طوفانوں میں ان کے کام آتی ہے اور اسی کے سہارے امیدوں کی کشتی ساحلِ مراد پر جا لگتی ہے۔ دینِ اسلام کے پیروکاروں کو ابتدائی مراحل میں جن مصائب اور سخت ترین حالات کا سامنا کرنا پڑا وہ تاریخ کے اوراق پر نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ انسانی تاریخ کا ایک مظلومانہ باب ہے، تاہم ان مشکل ترین حالات میں مسلمانوں نے جس یکجہتی، اتحاد، ایثار اور اخوت کا مظاہرہ کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ مسلمانوں نے ان حالات میں جس مثالی ہمدردی، ایثار، قربانی اور دردمندی کا مظاہرہ کیا تاریخ کے اوراق اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

مکہ مکرمہ کے رہائشی مسلمان کفر کی یلغار سے اپنی متاعِ ایمان بچانے کی خاطر بے سروسامانی کی حالت میں اپنے گھروں سے نکل کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ اس زمانے میں سونے چاندی اور روپے پیسے کی ریل پیل نہ تھی بلکہ لوگوں کا زیادہ تر انحصار مالِ تجارت اور مال مویشیوں پر ہوتا تھا، چنانچہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے مسلمان اپنا مالِ تجارت، مویشی اور جائیدادیں چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ مولانا سید محمد میاںؒ نے مہاجرین کی بے سروسامانی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"پچاس کے قریب صحابہ کرام مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آچکے ہیں باقی آرہے ہیں، آنے والوں میں وہ بھی ہیں جو مکہ میں صاحبِ حیثیت تھے، جائیدادوں اور کاروبار کے مالک تھے مگر اب یہ سب قرآن پاک کے الفاظ میں "الفقراء" ہیں، کیونکہ نہ صرف جائیدادوں پر بلکہ ان کے مال و متاع اور سامان و اسباب پر بھی دوسروں کا قبضہ ہو چکا ہے۔"[5]

مدینہ منورہ کے حالات مکہ مکرمہ سے قدرے مختلف تھے، یہاں کھجوروں کے باغات، کھیتی باڑی اور زراعت و کاشتکاری تھی، جو اہلِ مکہ کے لیے ایک نئی چیز تھی، چنانچہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو یہاں پر بھی مشکلات کا سامنا تھا، کاروبارِ زندگی ایسا جس سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا، سر چھپانے کے لیے مکانات اور کوٹھیاں تو درکنار چھت بھی مہیا نہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ کو مہاجرین کی اس حالت کا اندازہ تھا اور آپ ﷺ ان حالات

کی سنگینی سے بے خبر نہ تھے، چنانچہ چند ہی دن گزرے تھے کہ آپ ﷺ مسجدِ نبوی کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ نے انصارِ مدینہ کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے انصار کی جماعت! یہ مہاجرین مکہ جو اپنا مال و متاع اور گھر بار چھوڑ کر آپ کے شہر میں آئے ہیں، یہ آپ کے بھائی ہیں۔ انصار نے اس پر لبیک کہتے ہوئے جواب دیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! بلاشبہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔"

اس عہد و پیمان کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ایک ایک انصاری کے ساتھ ایک ایک مہاجر کو اخوت اور بھائی چارے کی زنجیر میں باندھ دیا۔ اس مواخات کے نتیجے میں ایثار و قربانی اور ہمدردی و خیر خواہی کے جو آثار دیکھنے کو ملے اس کی نظیر انسانی تاریخ سے پیش نہیں کی جاسکتی[6]۔

علامہ ابن عبد البرؒ مواخاتِ مدنی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وآخی رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد بنائه المسجد بین الأنصار والمهاجرین. وقد قیل إن المؤاخاة کانت، والمسجد یبنی، بین المهاجرین والأنصار علی المواساة والحق، فکانوا یتوارثون۔[7] (رسول اکرم ﷺ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد (ہجرت کے پانچ ماہ بعد) انصار اور مہاجرین کے درمیان عقدِ مواخات قائم فرمایا۔ ایک قول کے مطابق مسجدِ نبوی کی تعمیر کے دوران ہی مواخات کا معاملہ طے پاچکا تھا، اس مواخات کی بنیاد حق اور ایثار و ہمدردی پر تھی، چنانچہ مواخات کے نتیجے میں یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔)

حافظ ابن کثیرؒ کی تصریح کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان عقدِ مواخات قائم فرمایا[8]۔

مواخات میں حصہ لینے والے صحابہ کی تعداد:

مولانا سید محمد میاںؒ کے بقول، "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں حضرات مہاجرین اور انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجتماع ہوا، یہ کل نوے (۹۰) حضرات تھے، پینتالیس (۴۵) مہاجرین اور پینتالیس (۴۵) انصار، آنحضرت ﷺ نے اپنی صوابدید کے مطابق ان میں سے ایک ایک انصاری کو ایک ایک مہاجر کا نام بنام بھائی قرار دے دیا۔ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی پیغمبرانہ فراست اور مردم شناسی تھی کہ جن کو آپ نے بھائی بنایا فطری طور پر ان کے مزاج برادرانہ تھے، وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے ہمدرد اور مددگار بن گئے اور مزاجوں کی موافقت کے ساتھ جب حضرات مہاجرین سے للّٰہیت اور اعلیٰ اخلاق کا ظہور ہوا تو حضرات انصار کے اخلاص نے عقیدت کی شان اختیار کر لی"[9]۔

اس مواخات کی تفصیلات اصحابِ سیر نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں، یہاں تک کہ جس مہاجر کو جس انصاری کا بھائی بنایا گیا تھا ان کے ناموں کی تفصیلات بھی ملتی ہیں، چنانچہ علامہ علی بن احمد اندلسی لکھتے ہیں:

وآخى بين المهاجرين والأنصار: فآخى بين جعفر بن أبي طالب، وهو غائب بالحبشة، ومعاذ بن جبل؛ وآخى بين أبي بكر الصديق رضى الله عنه وخارجة بن زيد بن الحارث؛ وآخى بين عمر بن الخطاب وعتبان بن مالك من بني سالم؛ وآخى بين أبي عبيدة بن الجراح وسعد بن معاذ أخي بني عبد الأشهل؛ وآخى بين عبد الرحمن بن عوف وبين سعد بن الربيع ...[10] (رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو بھائی بھائی قرار دیا، چنانچہ حضرت جعفر بن ابی طالب جو ابھی حبشہ میں تھے انہیں حضرت معاذ بن جبل کا بھائی قرار دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت خارجہ بن زید کا، حضرت عمر بن خطاب کو عتبان بن مالک کا، حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو حضرت سعد بن معاذ کا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بھائی قرار دیا۔ باقی ناموں کی تفصیلات بھی ان حضرات نے اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔)

قرآن کریم نے نہ صرف اس مواخات کی طرف اشارہ فرمایا ہے بلکہ اس کی تحسین بھی فرمائی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.[11] (اور وہ لوگ جنہوں نے اس گھر (مدینے) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنائی، اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہے اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہیں پاتے، اور اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خود ان کو شدید ضرورت ہو، اور جس نے اپنے نفس کو حرص سے بچا لیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔)

مذکورہ آیت کریمہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ان دونوں طبقات (مہاجرین اور انصار) کا تذکرہ ہوا ہے۔ احادیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں طبقات کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

مواخاتِ مدینہ کے آثار:

جب رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو مواخات کی زنجیر میں باندھ لیا تو انصار اپنے مہاجرین بھائیوں کو ساتھ لے کر گھروں کو چلے گئے، اور ان کی ملکیت میں مال و متاع، گھریلو ساز و سامان، زمینیں، باغات اور جو کچھ بھی تھا وہ سب مہاجرین کے سامنے کھول کر رکھ دیا اور ہر چیز کو برابر برابر دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنے مہاجر بھائیوں سے

کہا کہ ان دو حصوں میں جو آپ کو پسند ہو وہ آپ لے لیں، الغرض انصار نے ایثار و اخوت کی وہ مثال پیش کی جو دو حقیقی بھائیوں میں بھی کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قالت الأنصار للنبي صلى الله عليه وسلم: اقسم بيننا وبين إخواننا النخيل، قال: «لا» فقالوا: تكفونا المئونة، ونشرككم في الثمرة، قالوا: سمعنا وأطعنا.[12] (انصار نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے اور ہمارے مہاجرین بھائیوں کے درمیان باغات تقسیم فرمالیں، (یعنی ہمارے باغات کو تقسیم کیجئے تاکہ ان میں سے آدھا حصہ مہاجرین کو مل جائے۔) رسول اکرم ﷺ نے تقسیم کرنے سے منع فرمایا۔ اس پر انصار بولے کہ مہاجرین باغات میں کام کریں (باغات کو پانی دینے اور دیگر متعلقہ کاموں کی انجام دہی کریں) اور ہمارے ساتھ پیداوار میں حصہ دار بنیں، اس پر مہاجرین نے کہا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے حکم کے لیے دل و جان سے تیار ہیں۔)

اس سے جہاں ایک طرف حضرات انصار کی قربانی، ایثار اور اخوت و ہمدردی کا احساس ہوتا ہے وہاں اس سے مہاجرین کی خودداری اور خودشناسی کا بھی اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ جب انصار کو مہاجرین کی اس صفت کا اندازہ ہوا اور وہ یہ جان گئے کہ یہ لوگ مفت میں زمینیں نہیں لیں گے تو دوسری تجویز پیش کر دی کہ یہ لوگ باغات میں کام کر کے ہمارے ساتھ پیداوار میں شریک ہو جایا کریں، اور اسی پر فیصلہ ہوا۔ جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ باغات میں کام کی ذمہ داری بھی انصار نے اپنے ذمے لے لی تھی، دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مشکل اور کھیتی باڑی کے فن سے تعلق رکھنے والے کام کی ذمہ داری حضرات انصار نے لی ہو جبکہ آسان کام جیسے باغات کو سیراب کرنے وغیرہ کی ذمہ داری حضرات مہاجرین نے لی ہو۔ حافظ ابن کثیرؒ کے الفاظ یہ ہیں:

وقال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للأنصار "إن إخوانكم قد تركوا الأموال والأولاد وخرجوا إليكم" فقالوا: أموالنا بيننا قطائع. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "أو غير ذلك؟" قالوا: وما ذاك يا رسول الله؟ قال: "هم قوم لا يعرفون العمل، فتكفونهم وتقاسمونهم الثمر". قالوا: نعم.[13] (رسول اکرم ﷺ نے جب انصار سے فرمایا کہ آپ کے مہاجرین بھائی مال اور اولاد چھوڑ کر آپ کے پاس آئے ہیں تو انصار نے فرمایا کہ ہمارے اموال ہمارے درمیان تقسیم کئے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟ انہوں نے پوچھا آپ جو ارشاد فرمانا چاہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ کھیتی باڑی سے ناواقف ہیں، چنانچہ کھیتی باڑی آپ کریں اور پھلوں میں انہیں شریک کریں، انصار نے اس کو منظور کر لیا۔)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ انصارِ مدینہ نے مالی قربانی کے ساتھ جانی قربانی بھی پیش کی، چنانچہ جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مہاجرین کو زمینیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو انصارِ مدینہ نے قربانی کی انتہا کرتے ہوئے عرض کیا کہ زمینوں اور باغات میں مشکل اور محنت طلب کام ہم کریں گے اور جب پیداوار تیار ہو جائے تو مہاجرین اپنا حصہ لے لیا کریں، اس پر انصار نے رسول اکرم ﷺ اور مہاجرین کو راضی کر لیا[14]۔

مہاجرین کی استقامت اور عزیمت:

مہاجرین استقامت اور عزیمت کے پہاڑ تھے، اور بے مثال عالی ہمت اور بلند حوصلوں کے مالک تھے چنانچہ اول تو وہ انصار سے مال و متاع لینے پر آمادہ نہ ہوئے اور اگر بامرِ مجبوری کوئی چیز لینی پڑی تو صرف بقدرِ کفایت ہی لے لی، اور جب حالات بہتر ہوئے تو وہ چیز انصاری بھائی کو لوٹا دی۔

امام ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا، چنانچہ حضرت سعد بن ربیع نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے اپنے مال و جائیداد میں نصف حصہ لینے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ آپ کے لیے مبارک فرمادے مجھے بازار کا راستہ بتا دیجئے، چنانچہ انہوں نے پنیر اور گھی کا کاروبار شروع کیا جس میں انہیں منافع ہوا۔[15] بخاری شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لما قدموا المدينة آخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين عبد الرحمن بن عوف، وسعد بن الربيع، قال لعبد الرحمن: إني أكثر الأنصار مالا، فأقسم مالي نصفين، ولي امرأتان فانظر أعجبهما إليك فسمها لي أطلقها، فإذا انقضت عدتها فتزوجها، قال: بارك الله لك في أهلك ومالك، أين سوقكم؟ فدلوه على سوق بني قينقاع.[16]

(جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے تو حضرت سعد بن ربیع انصاری نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ انصار میں سب سے زیادہ مالی وسعت رکھنے والا میں ہوں لہٰذا میرے مال کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے آدھا مال آپ لیجئے اور میری دو بیویاں ہیں جو آپ کو پسند ہو میں اس کو طلاق دے دوں گا جب اس کی عدت پوری ہو جائے گی تو اس سے نکاح کر لینا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال اور مال میں برکت ڈالے، (مجھے ان میں سے کوئی چیز نہیں چاہئے) مجھے بازار کا راستہ دکھایئے (میں وہاں جا کر کاروبار کر لوں گا) چنانچہ صحابہ کرام نے انہیں بنو قینقاع کے بازار کا راستہ دکھایا۔)

اسی طرح دیگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی دوکانیں کھول کر کاروبار شروع کیا، سنح کے مقام پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کپڑے کا کارخانہ تھا۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تجارت میں مشغول ہو گئے تھے[17]۔

اس مواخات کا اثر صرف ان حضرات کی زندگی تک محدود نہ رہا بلکہ مرنے کے بعد میراث میں بھی یہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے وارث ٹھہرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

{ولكل جعلنا موالي}، قال: «ورثة»: (والذين عاقدت أيمانكم) قال: " كان المهاجرون لما قدموا المدينة، يرث المهاجر الأنصاري دون ذوي رحمه، للأخوة التي آخى النبي صلى الله عليه وسلم بينهم، فلما نزلت: {ولكل جعلنا موالي}نسخت "، ثم قال: (والذين عاقدت أيمانكم) «إلا النصر، والرفادة، والنصيحة، وقد ذهب الميراث، ويوصي له»۔[18] (قرآن کریم کی آیت "ولكل جعلنا موالي" میں موالی سے مراد ورثاء ہیں، آیت قرآنی: "والذين عاقدت أيمانكم" کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجر انصار کا وارث بنتا تھا نہ کہ اس کا رشتہ دار، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "ولكل جعلنا موالي" تو دوسری آیت "والذين عاقدت أيمانكم" جس میں مواخات کی بناء پر وراثت کا حکم آیا تھا منسوخ ہو گئی۔ البتہ ایک دوسرے کی مدد و نصرت، خیر خواہی اور ہمدردی باقی رہی، نیز ایک دوسرے کے لیے وصیت کی اجازت بھی باقی رہ گئی۔)

حاصل یہ کہ یہ عقدِ مواخات معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور معاشی ہر لحاظ سے بڑا بارآور، دیرپا اور مثمر ثابت ہوا، معاشرے میں ہم آہنگی، الفت و مودت اور فقر و فاقے کے خاتمے میں اس نے کلیدی کردار ادا کیا، اور اس کے اثرات لمبے عرصے تک اس سماج پر رہے۔

مواخاتِ مدینہ کے معاشی و معاشرتی ثمرات:

عرب میں نسلی امتیازات، قبائلی تعصبات اور لڑائی جھگڑوں کا سلسلہ عرصہ دراز سے چلتا آرہا تھا، چنانچہ اوس اور خزرج جو مدینہ منورہ کے دو مشہور قبیلے تھے اور ان میں آپس میں قرابت بھی تھی، ان میں بھی بہت سی جنگیں ہوئیں۔ عرب میں ایسی جنگیں ہوئیں جو کئی کئی سالوں پر محیط تھیں، اور جن میں پورے پورے خاندان لقمہ اجل بن گئے، ان میں جنگ سُمیر، یوم السرارة، جنگ فارع، جنگ حاطب، جنگ فجار اور جنگ بعاث زیادہ مشہور ہیں[19]۔ دکتور جواد علی لکھتے ہیں:

وهذا "قيس بن الخطيم" لسان الأوس يحمل على الخزرج. ويردد ذكريات الأيام التي كانت بين الأوس والخزرج بمثل الشدة التي تجدها في شعر الهجاء الذي قاله العدنانيون في القحطانيين، والقحطانيون في العدنانيين. إنه ذكر تلك الأيام لا لمجرد الفخر والتباهي، بل ليثير في نفوس الأوس الأحقاد القديمة، وليزيد في تلك النيران نيرانًا۔[20] (قیس بن حطیم جو اوس قبیلے کا معروف اور نامور شاعر تھا وہ خزرج کے خلاف اشعار کہتا تھا اور انہیں ان جنگوں کی یاد دلاتا تھا جو اوس اور خزرج کے درمیان ہوئی تھیں اور اپنے اشعار میں بڑا سخت لہجہ استعمال کرتا تھا، ان جنگوں کے تذکرے کا مقصد صرف فخر اور مباہات نہیں تھا بلکہ خزرج کے دلوں میں وہ پرانی عداوت اور دشمنی تازہ کرنی تھی، تاکہ جنگ کی آگ کسی طرح بھڑکائے۔)

اسلام چونکہ ایک پاکیزہ اور اخوت و برادری کی بنیاد پر قائم ہونے والے معاشرے کی تشکیل کا داعی اور علمبردار ہے، اس لیے اسلامی معاشرے اور ریاست کی تشکیل کی بنیاد اور اساس میں اخوت اور ایثار و قربانی کا عملی مظاہرہ ضروری تھا، تاکہ مدینہ منورہ میں وجود میں آنے والے نئے معاشرے اور ریاست کی بنیادیں مضبوط ہوں اور اس کی نظریاتی اساسوں میں قربانی، ہمدردی، ایثار، اخلاص وللّٰہیت اور اخوت و بھائی بندی کے مضبوط اور پائیدار ارکان ہوں۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ نے اس معاشرے کی بنیاد اخوت پر رکھی۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ لکھتے ہیں:

"مکہ سے آنے والے والے مسلمان اسماعیلی نسل سے ہونے کی وجہ سے اوس و خزرج کے اصل قرابت والے نہ تھے، بلکہ ایک دوسرے کو ایک طرح سے غیر بلکہ حریف سمجھتے تھے، اس دوری و اجنبیت کے مداوا کے لیے حضور اکرم ﷺ نے یہ کیا کہ ان میں باقاعدہ مواخات یعنی بھائی بھائی ہونے کا معاہدہ رشتہ داری طرز کا کرادیا جس سے دونوں کی نسلی علیحدگی قربت و اخوت میں تبدیل ہوگئی"[21]۔

مزید یہ کہ چونکہ مہاجرین اپنا گھر بار، مال و متاع اور عزیز و اقارب چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے تھے، اس لیے ان کی اس طبعی پریشانی اور غم کا خاتمہ ضروری تھا، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے خیال فرمایا کہ انصار و مہاجرین میں بھائی بندی کا رشتہ قائم کردیا جائے تاکہ وطن اور اہل عیال کی جدائی کا دکھ و پریشانی انصار کی الفت و محبت سے بدل جائے اور انصار و مہاجرین ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے مددگار اور مصیبت میں ایک دوسرے کے غم گسار ہوں، ضعیف و کمزور کو قوی اور طاقت ور کی قوت حاصل ہو[22]۔

مواخاتِ مدینہ کے مقاصد اور ثمرات پر بحث کرتے ہوئے مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری تحریر فرماتے ہیں:

"اس بھائی چارے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ جاہلیت کی عصبیتیں ختم ہوجائیں، حمیت و عزت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو، نسل، رنگ اور وطن کے امتیاز مٹ جائیں، بلندی اور پستی کا معیار انسانیت و تقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو"[23]۔

رسول اکرم ﷺ نے عدلِ اجتماعی کے اصولوں کی بنیاد پر مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کرائی اور اس کے نفاذ کے ذریعے دنیا کا عظیم الشان اور دلکش معاشرتی نظام قائم ہوا[24]۔

علامہ سہیلیؒ الروض الانف میں مواخاتِ مدینہ کے مقاصد و مصالح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آخی رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أصحابه حين نزلوا المدينة، ليذهب عنهم وحشة الغربة ويؤنسهم من مفارقة الأهل والعشيرة، ويشد أزر بعضهم ببعض، فلما عز الإسلام واجتمع الشمل، وذهبت الوحشة أنزل الله سبحانه: (وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله) أعني في الميراث، ثم جعل المؤمنين كلهم إخوة فقال: إنما المؤمنون إخوة يعني في التواد وشمول الدعوة.[25] (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان میں مواخات کا عہد قائم فرمایا، تاکہ ان نوواردوں سے وحشت اور تنہائی دور ہو، اور گھر والوں سے دوری کے بدلے انہیں انس ملے، اور یہ ایک دوسرے کے دست و بازو بنیں، جب اسلام غالب ہوا اور مسلمانوں کی قوت مضبوط ہو گئی اور وحشت ختم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی آیت اتاری جس کی رو سے رشتہ داروں کو میراث کا حقدار ٹھہرایا گیا، اس کے بعد تمام مسلمانوں کو محبت، مودت اور مدد و نصرت میں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا۔)

مواخاتِ مدینہ کے معاشی، معاشرتی اور سماجی اثرات اور فوائد کے نہ صرف مسلمان معترف ہیں بلکہ غیر مسلم بھی اس کا اعتراف کر چکے ہیں، اور اس کے دیرپا اثرات نے بہت سے غیر مسلموں کو بھی متاثر کر کے رکھ دیا ہے۔ آر بی سی باڈلے نے اپنی کتاب (The Messenger) جس کا ترجمہ سید امین زیدی نے محمد رسول اللہ ﷺ کے نام سے کیا ہے، میں مواخاتِ مدینہ کے بارے میں لکھا ہے:

"انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو نہ صرف یہ کہ کھلایا پلایا اور مکان میں اپنے ساتھ رکھا بلکہ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ان کے پاس تھا اس میں بھی ان کو حصہ دار بنایا۔ اس بھائی چارے نے مکمل طور پر ایک خونی رشتہ کی شکل اختیار کر لی، یہاں تک کہ جب کوئی انصاری فوت ہو جاتا تو اس کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنے ورثہ میں اپنے حقیقی وارثوں کے ساتھ اپنے منہ بولے بھائی کو متناسب حصہ دینے کی وصیت کرے۔ یہ ایک عظیم اور نہایت مدبرانہ خیال تھا کیونکہ اس نے انصار اور مہاجرین میں ایک قبیلہ کے افراد ہونے کا جذبہ پیدا کیا، جس نے ایک نئے دین کی بنیاد کے طور پر بیش بہا کام کیا۔"[26]

مولانا سید محمد میاںؒ مواخات کے فوائد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ممکن تھا ان کے لیے الگ محلہ آباد کر دیا جاتا معاشرت کا جو فرق تھا اہلِ مدینہ کاشت کار اور زمیندار تھے اور مہاجرین تاجر پیشہ، شہری زندگی کے عادی، اس کا بھی تقاضا یہی ہونا چاہئے تھا کہ ان کی آبادی الگ ہوتی، نئی آبادی کے لیے مالی مشکلات کا حال وہ باہمی تعاون تھا جس نے بلا کسی غیر معمولی خرچ کے مسجد مبارک اور ازواج مطہرات کے حجرات کی تعمیر کرادی تھی لیکن علیحدہ آبادی سے مہاجرین و انصار میں شیر و شکر جیسی یگانگت نہیں پیدا ہو سکتی تھی، اور باہمی انسیت و الفت کی وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو عطا فرمائی تھی وہ مشاہدہ بن کر سامنے نہیں آسکتی تھی۔۔۔اس کے علاوہ تعلیم و تربیت کے لحاظ سے جس مساوی سطح کی ضرورت تھی علیحدہ آبادی اس کے لیے خلیج بن جاتی۔"[27]

مذکورہ عبارات اور اقتباسات کی روشنی میں مواخاتِ مدینہ کے درج ذیل فوائد اور ثمرات سامنے آتے ہیں:

أ. مہاجرین کی وحشت اور ذہنی پریشانی کا خاتمہ ہوا، اور وہ مدینہ منورہ میں سکون و اطمینان سے رہنے لگے۔

ب. مہاجرین کی رہائش کا مسئلہ مستقل بنیادوں پر ختم ہوا، اور انہیں یہ پریشانی نہ رہی کہ ہم نے کہاں ٹھہرنا ہے۔

ج. مہاجرین کی غربت کے خاتمے کے لیے مستقل بنیادوں پر اقدامات کئے گئے، اور ان کی معیشت کا مسئلہ بطریقِ احسن حل ہو گیا۔

د. انصار و مہاجرین غمی خوشی میں ایک دوسرے کے دست و بازو بن گئے اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ ان کے لیے آسان اور سہل ہو گیا۔

ہ. یہ معاہدہ صرف زبانی جمع خرچ کی حد تک نہیں تھا، بلکہ اس کے بڑے دور رس نتائج سامنے آئے، اور اس کے آثار اس قدر گہرے تھے کہ ایک عرصے تک میراث کا دارومدار بھی مواخات پر ہی تھا۔

و. جب مہاجرین مدینہ منورہ کے مستقل رہائشیوں کی حیثیت اختیار کر گئے اور ان کے معاش وغیرہ کے مسائل ختم ہو گئے اور میراث کا دارومدار رشتہ داری پر رکھا گیا تب بھی مدد و نصرت کا سلسلہ جاری رہا۔

ز. مواخات کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر اخوت، ایثار، ہمدردی اور خیر خواہی کے جو جذبات تھے اس کے عملی مظاہر دیکھنے کو ملے، اور دنیا کے سامنے ایک ایسا مثالی معاشرہ وجود میں آیا جو نہ اس سے پہلے کبھی وجود میں آیا تھا اور نہ ہی اس کے بعد آیا ہے۔

عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا حل، مواخات کی روشنی میں:

مسلم ممالک اور امتِ مسلمہ کے کمزور طبقات، پناہ گزینوں اور مہاجرین کی کفالت اور ان کی دادرسی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ان اقدامات وارشادات میں بڑا اسامانِ ہدایت وراہنمائی ہے۔ چنانچہ افغانستان کے جنگ زدہ مسلمان، کشمیر کے مظلومین، برما کے مقہور اہلِ ایمان، مہاجرینِ شام اور ماضی قریب میں ترکی پر مسلط کردہ معاشی جنگ سے نکلنے کے لیے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے ان معاہدات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے، جس کی مختلف عملی تدابیر اور صورتیں ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ جس ملک یا معاشرے میں کوئی مسلمان دوسرے علاقے سے ہجرت کرکے آیا ہو، اس کی معاشی ضروریات کا انتظام کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک اور اخوت کا معاملہ کیا جائے۔ مسائل، پریشانیوں اور دینی یا دنیوی ضروریات وحاجات کی خاطر نقل مکانی کرنے والے لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے اخوتِ اسلامی کے تناظر میں انہیں دیکھا جائے اور ان کے ساتھ برادرانہ تعلقات رکھے جائیں، نوواردوں اور ملک بدر لوگوں کے معاشی مسائل کے حل کے لیے اجتماعی طور پر انتظامات کرنے کی ضرورت ہے، معاشرے کے افراد میں اخوت، ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔ آج ہم اسلامی اخوت اور برادری سے بہت حد تک دور چلے گئے ہیں، کسی اجنبی کی ضروریات کا خیال تو درکنار اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے بھی پیش نہیں آتے۔ رسول اکرم ﷺ کے اس ارشادِ مبارک کو معاشرے میں عملی جامہ پہنانے کی سخت ضرورت ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا:

والنصح لكل مسلم۔[28] (ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرتے رہنا۔)

موجودہ زمانے میں ہمارے معاشرے میں طبقاتی تقسیم، نسلی اور لسانی امتیازات روز بروز بڑھتے جارہے ہیں جو معاشرے کو دیمک کی طرح کھا رہے ہیں، معاشرے سے مساوات، خیر خواہی اور دوسروں کی عزت واحترام کے جذبات مسلسل ختم ہوتے جارہے ہیں، مالدار غریبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اونچے خاندان والے نیچے خاندان والوں پر اپنی فوقیت کے دعویدار ہیں، معاشرے کی اس طبقاتی، لسانی اور نسلی تقسیم نے معاشرے کے امن و سکون کو برباد کردیا ہے۔ اور معاشرے سے اخوت، ایثار، محبت اور الفت کے آثار مٹتے جارہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اتحاد واتفاق، اخوت وبھائی چارے، عدل وانصاف، دوسروں کی عزت واحترام اور باہمی تعاون وتناصر کو فروغ دیں۔ اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ مبارک کا عملی نمونہ پیش کریں:

المسلمون کرجل واحد، إن اشتكى عينه، اشتكى كله، وإن اشتكى، رأسه اشتكى كله۔[29] (سارے مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، چنانچہ اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے قرار رہتا ہے اور اگر سر میں تکلیف ہو تو اس سے بھی پورا جسم بے قرار رہتا ہے۔)

اس کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے جب مسلمان اخوت اور بھائی چارے کو فروغ دیں گے تو معاشرتی اور معاشی مسائل کا خاتمہ بڑی آسانی سے ہو سکے گا، معاشرے سے نفرتیں اور عداوتیں ختم ہوں گی، کمزور طبقات کے معاشی مسائل حل ہوں گے۔ معاشرے میں الفت و محبت کی فضا قائم ہو گی، غربت اور فقر و فاقے کا خاتمہ ہو گا، اور مثالی فلاحی معاشرہ وجود میں آجائے گا۔

خلاصہ بحث:

رسول اکرم ﷺ کے جملہ اقدامات بنی نوع انسان کی کامیابی اور فلاح کے ضامن ہیں، آپ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات پر عمل کرنے سے نہ صرف آخرت میں کامیابی ملے گی بلکہ دنیوی زندگی بھی سکون، اطمینان، چین اور خوشحالی کی ہو گی، اور معاشی، معاشرتی اور ہر طرح کے مسائل حل ہوں گے۔ معاشرے سے نفرتوں، عداوتوں، طبقاتی اور نسلی تقسیم کا خاتمہ ہو گا، اور پورا معاشرہ امن و سکون اور خوشحالی کا گہوارہ ہو گا۔ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارے اور اخوت کا جو معاہدہ کیا وہ صرف ایک وقتی اور ضرورتی حل نہیں تھا بلکہ اس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو ایثار و ہمدردی، خیر خواہی اور قربانی کا عظیم درس دینا مقصود تھا اور معاشی و معاشرتی مسائل کے مستقل اور پائیدار حل کی آسان اور ممکنہ صورتوں کی تعلیم تھی، چنانچہ جب بھی مسلمانوں نے ایثار و قربانی اور اخوت و بھائی چارے پر عمل کیا ہے وہ ہر قسم کے سخت حالات میں کامیاب ہو کر سرخرو ہوئے ہیں۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت اس نہج پر فرمائی تھی کہ ایثار و قربانی اور ہمدردی و خیر خواہی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، اس بناء پر وہ دوسروں کے غم و تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے، جس سے معاشرے میں الفت و محبت کی فضائیں قائم تھیں، اور کسی کو دوسرے کی طرف سے کسی تکلیف اور اذیت کا خدشہ نہیں ہوتا تھا۔

تجاویز و سفارشات:

اَ۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنا وقت کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔

ب. سیرتِ طیبہ کے معاشی اور معاشرتی پہلوؤں کو اجاگر کرنا نہ صرف وقت کی ضرورت ہے بلکہ اہلِ علم اور اربابِ قلم کی ذمہ داری ہے۔

ج. رسول اکرم ﷺ نے جو معاہدات اور اقدامات کئے ہیں انہیں وسیع تناظر میں امت کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے، سیرت طیبہ کی روشنی میں امتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجز کے حل کے لیے لائحہ عمل طے کیا جائے۔

د. میڈیا پر فضول اور لایعنی پروگرامز پیش کرنے کی بجائے اس پر مثبت اور مفید پروگرامز کی نشرو اشاعت یقینی بنائی جائے، رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے میڈیا کو استعمال کیا جائے۔

ہ. رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے سیمینارز اور کانفرنسز کی ضرورت ہے تاکہ سیرتِ طیبہ سے عصرِ حاضر کے زندہ مسائل اور درپیش چیلنجز کے حل میں معاونت کی راہیں واضح ہو سکیں، اور مختلف لوگوں کی آراء سے استفادہ کے مواقع میسر آسکیں۔

و. معاشرے سے نفرت، عداوت، تعصب، طبقاتی تقسیم، نسلی و لسانی امتیازات کے خاتمہ کے لیے کردار ادا کرنا اہلِ علم کے فرائض میں شامل ہیں، اس لیے اس حوالے سے امتِ مسلمہ کی صحیح اور درست راہنمائی کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

ز. سیرتِ طیبہ کے معاشی اور معاشرتی اقدامات پر تحقیقی انداز میں اس نہج پر کام کرنے کی ضرورت ہے جس سے عصرِ حاضر کے چیلنجز اور درپیش مسائل کے حل میں مدد لی جاسکے۔

حوالہ جات:

---

[1] صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث ۲۵۸۶

[2] الجمع بین الصحیحین، محمد بن فتوح الحمیدي، دار ابن حزم، بیروت، ط ۲، ۱۴۲۳، المتفق علیہ من مسند النعمان بن بشیر رضي اللہ عنہ، ج ۱، حدیث ۸۰۶، ص ۳۰۹

[3] الأزدي، أبو بکر محمد بن الحسن بن درید، جمھرۃ اللغة، المحقق: رمزي منیر بعلبکي، بیروت: دار العلم للملایین، ط ۱، ۱۹۸۷

[4] الفراهيدي، أبو عبد الرحمن الخليل بن أحمد البصري، العين، المحقق: د مهدي المخزومي، د إبراهيم السامرائي، دار ومكتبة الهلال، ج ۴، ص ۳۱۹

[5] سید محمد میاں، سیرت مبارکہ قرآن اور تاریخ کے آئینے میں، لاہور: مکتبہ محمودیہ، ۱۹۹۸ء، ص ۴۴۸۔

[6] پروفیسر ڈاکٹر غلام ربانی، سیرتِ طیبہ، لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت، ۱۴۰۱ھ، ص ۱۹۰

[7] الحافظ يوسف بن البر النمري، الدرر في اختصار المغازي والسير، المحقق: الدكتور شوقي ضيف، القاهرة: دار المعارف، ط ۲، ۱۴۰۳ھ، ص ۸۸

[8] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى: 774هـ)، السيرة النبوية، تحقيق: مصطفى عبد الواحد، دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت، عام النشر: 1395هـ، (2/ 320)

[9] سید محمد میاں، سیرت مبارکہ قرآن اور تاریخ کے آئینے میں، لاہور: مکتبہ محمودیہ، ۱۹۹۸ء، ص ۴۵۱

[10] أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري، جوامع السيرة، بيروت: دار الكتب العلمية، ص ۳۷

[11] القرآن۔ سورۃ الحشر آیت ۹

[12] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، محمد زهير بن ناصر الناصر، مصر: دار طوق النجاة، ط ۱، ۱۴۲۲ھ، كتاب المزارعة، باب إذا قال: اكفني مئونة النخل وغيره، وتشركني في الثمر، حديث ۲۳۲۵

[13] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، السيرة النبوية، تحقيق: مصطفى عبد الواحد، بيروت: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، ۱۳۹۵ھ، ج ۲، ص ۳۲۸

[14] غلام ربانی، سیرتِ طیبہ، لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت، ۱۴۰۱ھ، ج ۱، ص ۱۹۳

[15] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، السيرة النبوية، ص ۳۲۸

[16] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المهاجرین والانصار، حدیث ۳۷۸۰

[17] نقوشِ سیرت صلی اللہ علیہ وسلم، عتیق الرحمٰن صدیقی، لاہور: دار التذکیر، ۲۰۰۸ء، ص ۱۶۱

[18] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبهم، حدیث ۲۲۹۲

[19] جواد علي، المفصل في تاريخ العرب قبل الإسلام، دار الساقي، ط ۴، ۱۴۲۲ھ، ج ۷، ص ۱۳۹

[20] ایضاً، ج ۴، ص ۱۲۶

[21] سید محمد رابع حسنی ندوی، رہبر انسانیت، لکھنو: دار الرشید، ط ۳، ۲۰۱۱ء، ص ۲۱۱

[22] سید فضل الرحمٰن، ہادی اعظم، کراچی: زوار اکیڈمی، ط ۳، ۲۰۱۴ء، ۱/ ۲۵۵

[23] مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، ۲۰۰۲ء، ص ۲۵۶

[24] عتیق الرحمٰن صدیقی، نقوشِ سیرت صلی اللہ علیہ وسلم، لاہور: دار التذکیر، ۲۰۰۸ء، ص ۱۶۱

[25] أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية، بيروت: دار إحياء التراث العربي، ط ۱، ۱۴۱۲ھ، ج ۴، ص ۲۹۶

[26]عتیق الرحمٰن صدیقی، نقوشِ سیرت ﷺ، ص ۱۵۴

[27]سید محمد میاں، سیرت مبارکہ، لاہور: مکتبہ محمودیہ، ۱۹۹۸ء، ص ۴۴۹

[28] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ

[29]ایضاً، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم